کارڈز میں کفالہ کی شرعی و فقہی حیثیت اور عصرِ حاضر کے مالیاتی اداروں میں اس کا عملی تطبیق

Cards in the frame of Kafala according to the Sharia point of view and their current practices in Financial Institutes.

امتیاز علی کھوسو (ریسرچ اسکالر، شعبہ اصول الدین، جامعہ کراچی)

اعجاز علی کھوسو (شعبہ اسلامک اسٹڈیز، صوفی یونیورسٹی، سندھ)

فرحان بخاری (محمد علی جناح یونیورسٹی، کراچی)

ABSTRACT

Cards are the plastic money of current era, and Kafala by means of their warranty is little much we know about. In this article we will discuss the necessity, use and framework of Kafala for the Debit & Credit cards issued by banks and financial institutes, in the light of Qur'an and Sunnah, Ijma-e-Umma and religious researchers.

Keywords: Kafeel, Kafala, Sharia Point of View of cards, cards in the frame kafala.

اس آرٹیکل کی ابتداء کرنے سے پہلے چند اصطلاحات جو اس آرٹیکل میں استعمال ہوئے ہیں ان کو سمجھنا انتہائی ضروری ہے۔

الکفالۃ: ضمانت و گارنٹی کو کہا جاتا ہے کہ کوئی شخص یہ ذمہ داری لے لے کہ اگر فلاں شخص نے دَین کی ادائیگی نہیں کی تو میں کرونگا۔

الکفیل: ضامن کو کہا جاتا ہے۔

المکفول عنہ: جس کے ذمہ دین ہو یعنی کہ اصیل۔

المکفول بہ: دین کو کہا جاتا ہے۔

المکفول لہ: وہ شخص کہ جس کا دَین ابھی کسی کے ذمہ رہتا ہو۔ جس کو مدیون بھی کہا جاتا ہے۔(۱)

لغۃً، اصطلاحاً اور شرعاً کفالہ کی فقہی حیثیت

صاحبِ مبسوطؒ لکھتے ہیں:

الكفالةمشتقةمن الكفل وهوالضم ومنه قوله تعالى ﴿وكفلهازكريا﴾ [آلعمران: ٣٧] أى: ضمهاإلى نفسه وقال – صلى الله عليه وسلم – أناوكافل اليتيم فى الجنةكهاتين أى ضم يتيماًإلى نفسه.(۲)

"کفالہ کَفَل سے مشتق ہے اور اسکے معنٰی ملانے کے ہے اور اسی سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا قول (اسنے اسکو اپنے ذمہ لے لیا یعنی ملا دیا) ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں اور یتیم کا دیکھ بال کرنے والے اس طرح جنت میں ساتھ ہونگے یعنی یتیم کو اپنے ساتھ چمٹا دیا۔"

علامہ زحیلیؒ لکھتے ہیں:

الکفالۃلغۃھی الضم أوالتزام،فمنه ولقوله تعالیٰ وکفلھازکریااى ضمنھاالی نفسه۔وقولهؐ اناوکافل الیتیم کھاتین فی الجنۃرواہ احمدوالبخاری وابوداودوترمذی ان سھل بن سعدؓای الذی یضمه الیه لیربیه والکفیل الضامن وکفل وتکفل بمعنی واحد.[۳]

''کفالہ لغت میں چمٹنے اور لازم ہونے کے معنٰی میں استعمال ہوتا ہے۔ چمٹنے کے معنٰی میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ قول بطورِ استشہاد کے کافی ہے کہ حضرت زکریا علیہ الصلاۃ والسلام نے حضرت مریم علیہا الصلاۃ والسلام کو اپنے ساتھ ملا دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں اور یتیم کا دیکھ بال کرنے والے اس طرح جنت میں ہونگے جس طرح بیچ والی انگلی اور شہادت والی انگلی ایک دوسرے کے ساتھ ملی ہوئی ہیں۔ یہ حدیث امام بخاری، ابو داؤد اور ترمذی رحمہم اللہ علیہم نے حضرت سہل بن سعدؓ کی روایت سے ذکر فرمائی ہے۔ یعنی اس نے اس کو اپنے ساتھ ملایا تاکہ اسکی پرورش کرے اور کفیل کے معنٰی ضامن کے آتا ہے۔ کفَّل اور تکفَّل دونوں ایک ہی معنٰی میں آتے ہیں۔''

فقہا کرام کی مذکورہ عبارات سے اس بات کا اثبات ہو رہا ہے کہ کفالہ لغۃً دو معنٰی میں مستعمل ہوا ہے، ایک چمٹنے اور دوسرے لازم ہونے۔ انہی دونوں معنٰی کو دلائل کے ذریعے ثابت کیا گیا ہے۔ کفالہ کی اصطلاحی و شرعی معنٰی صاحبِ ہدایہ لکھتے ہیں:

ھی ضم الذمۃإلی الذمۃفی المطالبۃ،وقیل فی الدین،والأول أصح.[۴]

''مطالبہ کرنے میں ایک کے ذمہ کو دوسرے کے ذمہ کے ساتھ ملانا۔ یا دَین میں ایک چیز کی ذمہ داری کو دوسرے کی ذمہ داری کے ساتھ ملالیا جائے، لیکن پہلا قول سب سے زیادہ درست معلوم ہوتا ہے۔''

اسی عبارت کی مزید وضاحت صاحبِ احسن الوقایہ فرماتے ہیں کہ دوسری تعریف کے صحیح ہونے کی دو وجوہات ہیں:

۱۔ اگر دین کفیل پر ثابت ہو جائے اور اصیل بھی بری نہیں ہے تو دَین دو ہو گئے ایک اصیل پر اور ایک کفیل پر حالانکہ دَین ایک تھا نہ کہ دو۔

۲۔ ''الدَین'' کی قید لگانے سے ''کفالہ بالنفس'' نکل جائیگا، حالانکہ کفالہ جس طرح مال کا درست ہے اسی طرح نفس کا کفالہ بھی درست ہے۔ انہی دو وجوہات کی بناء پر پہلی تعریف زیادہ درست ہے۔[۵]

مذکورہ بالا عبارتوں کے پس منظر سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ کوئی شخص کسی کو قرضہ یا کوئی اور قیمتی چیز دینے سے خوف اس لئے محسوس کرتا ہے کہ معلوم نہیں کہ یہ شخص میرا دَین یا قیمتی چیز واپس کریگا یا نہیں تو بیچ میں ایک تیسرا شخص آکر اس کی طرف سے دَین یا قیمتی چیز کی واپس ادائیگی کی ذمہ داری اپنے ذمہ لے لے۔

ائمہ اربعہ کے نزدیک کفالہ

فقہائے احناف کے نزدیک:

ھی ضم ذمۃالیٰ ذمۃفی المطالبۃمطلقاًای ضم ذمۃالکفیل الیٰ ذمۃالاصیل المدین فی المطالبۃبنفس اوبدین اوعین کمغصوب ونحوہ ھذاالتعریف عندالحنفیه.[٦]

''عام مطالبہ کرنے میں کفیل کے ذمہ کو اصیل کے ذمہ کے ساتھ ملانا، چاہے وہ نفس ہو، دین ہو یا عین وغیرہ ہو، جیسا کہ غصب شدہ چیز یا اس جیسی اور اشیاء۔ یہ تعریف حنفیہ کے ہاں ہے۔''

شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک کفالہ:

واصطلاح غیرہ ھی ضم ذمةالضامن الی ذمةالمضمون عنه فی التزام الحق ای الدین.[۷]

''کفیل کے ذمہ کو مکفول لہ کے ذمہ کے ساتھ کسی حق کے لازم یعنی دین میں ملانے کو کفالہ کہا جاتا ہے۔''

قرآن سے کفالہ کا اثبات

ذیل میں بیان کردہ آیات سے کفالہ کا اثبات ہو رہا ہے:

فی قوله تعالیٰ: ولمن جاءبه حمل بعیروانابه زعیم ای کفیل.[۸]

أویاتی بالله والملائكةقبیلاای کفیلا.[۹]

حدیث سے کفالہ کا اثبات

صاحبِ منہج الامام احمدؒ لکھتے ہیں:

وقوله صلی الله علیه وسلم والزَّعیم غارم . وهوالكفیل.[۱۰]

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کفیل ضامن ہے۔''

صاحبِ مبسوط لکھتے ہیں:

وقال – صلی الله علیه وسلم – أناوكافل الیتیم فی الجنةكهاتین أی ضم یتیماًإلی نفسه.[۱۱]

''آپ ﷺ نے فرمایا: میں اور یتیم کا کفالت کرنے والا اسطرح جنت میں ساتھ ہونگے یعنی یتیم کو اپنے ساتھ ملانے والا۔''

ضمانت کس قدر اہمیت کے حامل ذمہ داری نبھانے کا نام ہے کہ جس کے بارے میں آپ ﷺ نے کفیل کو جنت کی بشارت دی ہے، لیکن یہ اس وقت تک ہے کہ جس وقت تک کفالت میں حدودِ شرعیہ کی پاسداری کی گئی ہو۔ اسکی اہمیت پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے صاحبِ شارح البخاریؒ لکھتے ہیں:

من حدیث سلمةبن الاكوع انه قال كناجلوس عندالنبیؐ اذااتی بجنازةفقالوا صل علیهافقال هل علیه دین؟قالوالا.فصلی علیه ثم اتی بجنازةفقال هل علیه دین؟قیل نعم.قال فهل ترك شیأ؟قالواثلاثةدنانیرفصلی علیهاثم اتی بثالثةقال هل ترك شیأ؟قالوالا.قال صلواعلی صاحبك. قال سیدناعلیؓوابوقتادةؓهماعلی یارسولالله فصلی علیها.[۱۲]

''حضرت سلمہ بن اکوعؓ نے فرمایا: ہم آپؐ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک جنازہ آپؐ کے پاس لایا گیا تو صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ان کی نماز جنازہ ادا فرما دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا: کیا اس پر دَین ہے؟ صحابہ نے عرض کیا نہیں۔ پھر آپؐ نے ان کا نمازِ

جنازہ پڑھادیا۔ پھر دوسرا جنازہ لایا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ کیا اس پر دَین ہے؟ فرمایا گیا کہ جی ہاں، تو آپؐ نے فرمایا کہ کیا اس نے کوئی چیز چھوڑی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ تین دینار چھوڑے ہیں۔ آپؐ نے ان کا نمازِ جنازہ پڑھادیا۔ پھر تیسرا جنازہ لایا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ کیا اس نے کوئی چیز چھوڑی ہے؟ صحابہ کرامؓ نے جواباً فرمایا کہ نہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اپنے ساتھی کی نمازِ جنازہ ادا کر دو تو اس دوران سیدنا حضرت علیؓ اور حضرت قتادہؓ نے فرمایا کہ انکے قرض کی ادائیگی کی ذمہ داری ہمارے ذمہ ہے تو پھر آپؐ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھایا۔"

مذکورہ بالا چند احادیث سے کفالہ کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ کس قدر اہم ذمہ داری ہے کہ پہلے آپ ﷺ نے مقروض صحابی کی نمازِ جنازہ کی ادائیگی سے منع فرمادی تھی، لیکن قرض کی ادائیگی کی ذمہ داری سیدنا حضرت علیؓ اور حضرت قتادہؓ نے اپنے ذمہ لی اور اس کے بعد آپؐ نے ان کی نمازِ جنازہ کی امامت فرمائی۔

اجماعِ امت سے کفالہ کا ثبوت

علامہ سرخسیؒ لکھتے ہیں:

وماثبت فی شریعةمن قبلنافهوثابت فی شریعتنامالم یظهرنسخه والظاهرمناالتقریرفإن النبی صلی الله علیه وسلم بعثوالناس یکفلون فأقرهم علی ذلک وقال النبی – صلی الله علیه وسلم – الزعیم غارم . قیل أنه مکتوب فی التوراةالزعامةأولهاملامةوأوسطهاندامةوآخرهاغرامة.(۱۳)

"سابقہ اَدیان کی تمام باتیں ہماری شریعت میں اس وقت تک قابلِ قبول ہیں جب تک کہ صراحتاً انکا منسوخ ہونا ثابت نہ ہوا ہو۔ شریعتِ اسلام میں ہر وہ کام حجت ہے جو کہ آپؐ کے سامنے کیا جارہا ہو اور آپؐ نے اس کام کے کرنے یا نہ کرنے کی کوئی بات ارشاد نہ فرمائی ہو، بلکہ آپؐ نے اس کام کے بارے میں سکوت اختیار فرمائی ہو، اسی طرح لوگ ایک دوسرے کی ذمہ داریاں لیتے تھے۔ آپؐ نے ان کو اس کام سے منع نہیں فرمایا، بلکہ اس کو برقرار رکھنے کی تاکید فرمائی۔ آپؐ نے فرمایا (کفیل تاوان چکانے کا ذمہ دار ہے)، جو کہ کفالہ کے جواز کیلئے کافی ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ توراۃ میں یہ لکھا ہوا ہے کہ ضمانت کی ابتداء ملامت ہے۔ درمیان پریشانی ہے اور آخر تاوان ہے۔"

مذکورہ بالا قول سے اجماعِ امت کا کفالہ کے جائز ہونے کا اثبات ہوتا ہے، بہر حال جو شخص ضامن بنے اسکی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اس کا پورا حق تمام شرعی اصولوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ادا کرے۔ اور اس میں خیانت اور دھوکہ دہی سے اجتناب کرے۔

کفالہ کے ارکان وشرائط فقہاءِ امت کی نظر میں

رکنِ اول: کفالہ اور اس کے منعقد ہونے والے الفاظ

علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں:

فالایجاب من الکفیل ان یقول اناکفیل اوضمین اوزعیم اوغریم اوقبیل اوحمیل۔۔الخ امااالقبول من الطالب فهوان یقول قبلت اورضیت اوهویت.(۱۴)

"ایجاب کفیل کی طرف سے ہوتاہے اور اس کے منعقد ہونے کے الفاظ یہ ہیں میں اس کا ضامن ہوں، ضمین ہوں، کفیل ہوں، میں اس کی طرف سے قرض ادا کرنے والا ہوں، اسکی طرف سے تاوان کا ذمہ دار ہوں، میں اس کا گارنٹیئر ہوں اور میں اس کا حمیل ہوں۔ کفیل کی طرف سے مذکورہ بالا الفاظ کی ادائیگی سے کفالہ منعقد ہو جاتا ہے۔ اور مکفول لہ کہے کہ میں نے قبول کیا۔ تو ایجاب اور قبول کفالہ کے رکنِ اُول ہیں۔ ایجاب کفیل کی طرف سے اور قبول طالب کی طرف سے ہوتا ہے۔"

کفالہ کو معلق بالشرط کرنے کا حکم حنفیہ کے نزدیک

ڈاکٹر وہبۃ الزحیلی لکھتے ہیں: ان کے ہاں کفالہ کو شرط کے ساتھ معلق کرنا جائز ہے، بشرط کہ وہ شرط عقد کے مناسب ہو، مثلاً شرط وجوب حق کا سبب بنتا ہو۔ کفیل یوں کہے کہ اگر اس فروخت شدہ چیز کا کوئی حقدار نکل آیا تو میں ذمہ دار ہوں۔ یا کفیل یہ کہے کہ اگر مکفول لہ نہ آیا تو میں ضامن ہوں، یا یہ کہے کہ زید فلا شہر سے غائب یا روپوش ہو گیا تو میں ضامن ہوں۔[١٥]

رکن دوم: کفیل اور اس کے شرائط

ان یکون الکفیل عاقلاوبالغا.[١٦]

یعنی ضامن عاقل و بالغ ہو (پاگل اور بچہ نہ ہو)۔"

کفیل میں تبرع کی اہلیت کو فقہاء نے شرط قرار دیا ہے، کیونکہ کفالہ ایک طرح سے احسان کرنے کا نام ہے، اسی وجہ سے پاگل، نیم پاگل اور بچے کی کفالت درست نہیں ہے۔ اگرچہ وہ ولی یا وصی کی طرف سے اجازت یافتہ کیوں ہی نہ ہوں۔ کفالت ایک طرح سے ذمہ داری نبھانے کا نام ہے تو یہ کام وہی کر سکتا ہے جو کہ عقلمند ہو اور جس میں معالات نمٹانے کی سمجھ ہو، یہی وجہ ہے کہ بچے میں یہ صفات نہیں پائے جاتے ہیں۔

رکنِ سوم: مکفول لہ

کفیل کا مکفول لہ کو جاننا اور فقہاء کا اختلاف

فقہاء کا اس شرط کے بارے میں اختلاف ہے کہ کفیل اس شخص کا ضامن بن سکتا ہے جس کو پہچانتا نہیں ہے۔ کیا مکفول لہ کا عاقل، بالغ، رضامند ہونا اور اس کا کفالت کو قبول کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ مختصراً مندرجہ ذیل میں ذکر کیا جا رہا ہے۔

کفیل کا مکفول لہ کیلئے معلوم ہونا، شافعیہ اور حنفیہ کا مسلک

حنفیہ اور شافعیہ کا مسلک

حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ میں سے قاضی کا مسلک یہ ہے کہ کفیل کیلئے مکفول لہ کا معلوم ہونا ضروری ہے۔ پھر چاہے کفالہ منجزہ ہو، معلقہ ہو یا مضافہ ہو۔ اگر کفیل کو مکفول لہ کا علم نہیں ہے، جیسا کہ کوئی شخص یہ کہے کہ اس دلال سے لوگوں کو جو کچھ نقصان ہوا ہے اس کا میں ضامن ہوں تو یہ کفالہ درست نہیں ہے، کیونکہ لوگ اپنے حقوق کی ادائیگی کی وجہ سے مختلف الطبائع ہیں کچھ سخت مزاج ہیں تو

کچھ نرم مزاج ہیں، اس لئے ضامن کو معلوم ہونا چاہئے کہ آیا وہ اس کو احسن طریقے سے ادا کرنے کے اہل ہیں یا نہیں؟ امام اُبو حنیفہؒ اور امام محمدؒ نے یہ شرط لگائی ہے کہ مکفول لہ کا بذاتِ خود یا اس کے نائب کا مجلسِ عقد میں موجود ہو ناضروری ہے، اسی وجہ سے ان کے ہاں اگر کسی کفیل نے اس غائب شخص کی کفالت لی جو کہ مجلسِ عقد میں موجود نہ تھا، لیکن جونہی اس کو خبر ملی اور اس نے اجازت دیدی تو یہ کفالہ درست نہیں ہوگا، کیونکہ مجلس میں حاضر نہ ہونے کی وجہ سے اس کی طرف سے قبولیت نہیں پائی گئی، عقلی دلیل یہ ہے کہ کفالت میں تملیک کی معنیٰ پائی جاتی ہے تملیک بغیر ایجاب و قبول کے حاصل نہیں ہوتی ہے۔ اور عقد کے تام ہونے کیلئے اسکے صیغوں کا تام ہو ناضروری ہے۔(۱۷)

امام ابو یوسف کا مسلک

امام ابو یوسفؒ سے اس بارے میں دو روایتیں ہیں: ایک یہ ہے کہ مکفول لہ کا مجلسِ عقد سے غائب ہونے کی صورت میں بھی کفالت درست ہو جائیگا اس کے قبول کرنے کی ضرورت نہیں ہے، لیکن اس میں بھی یہ شرط ہے کہ کفیل کو مکفول لہ کا علم ہو، کیونکہ کفالت دین کے حصول کو یقینی بنانے کیلئے مشروع کیا گیا ہے، جب مکفول لہ معلوم نہیں ہوگا تو کفالت کا مقصد حاصل نہیں ہوگا۔(۱۸)

مالکیہ، حنابلہ اور شافعیہ کا مسلک

مالکیہ حنابلہ اور شافعیہ کے ہاں صحیح قول کے مطابق مکفول لہ کا عدمِ معرفت کفالت کے درست ہونے پر کوئی اثر نہیں ڈالتا ہے، مثلاً ضامن یہ کہے کہ میں زید کے اس دین کا جو کہ لوگوں کا اس پر ہے اس کا ضامن ہوں، حالانکہ ضامن ان لوگوں کو جن کا دین زید پر ہے قطعاً نہیں جانتا ہے تو اس صورت میں کفالت درست ہو جائیگا۔ دلیل حضرت اُبو قتادہ کی روایت ہے کہ جس میں انہوں نے اس میت (مکفول لہ) کی کفالت اپنے ذمہ لی تھی کہ جس کو یہ جانتے بھی نہیں تھے۔(۱۹)

مذکورہ بحث کا حاصل یہ ہوا کہ مکفول لہ کے عدمِ معرفت سے بھی کفالت درست ہو جائیگا۔

مکفول لہ کے عاقل و بالغ ہونے کی شرط میں فقہاء کا اختلاف

مالکیہ، حنابلہ اور امام اُبو یوسف کا مسلک

مالکیہ، حنابلہ اور امام اُبو یوسفؒ کا مسلک یہ ہے کہ مکفول لہ میں عاقل و بالغ ہونے کی شرط لگانا ضروری نہیں ہے، کیونکہ کفالت محض کفیل کے قبول کرنے سے بھی منعقد ہو جاتا ہے اس میں مکفول لہ کے قبول کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور قبولیت کا اہل ہونا بھی اس کیلئے ضروری نہیں ہے۔(۲۰)

امام اُبو حنیفہ اور امام محمد مسلک

امام اُبو حنیفہؒ اور امام محمدؒ نے یہ شرط لگائی ہے کہ مکفول لہ کا عاقل بالغ ہو ضروری ہے، کیونکہ کفالت میں ایجاب کفیل کی طرف سے اور قبول مکفول لہ کی طرف سے ہوتا ہے۔(۲۱)

رکنِ چہارم: مکفول عنہ

بعض فقہاء نے یہ شرط لگائی ہے کہ کفیل کیلئے مکفول عنہ کا پہچاننا ضروری ہے۔ بعض نے مکفول عنہ کی رضامندی کا شرط لگایا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ مکفول عنہ کو مکفول بہ کی حوالگی پر قدرت بھی ہو جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

کفیل کیلئے مکفول عنہ کا جاننا اور فقہاء کا اختلاف

جمہور فقہاء کا مسلک

ذهب جمهورالفقهاءمن المالكية،والشافعيةفي الأصح،والحنابلة،إلى عدم اشتراط معرفةالكفيل للمكفول عنه.۔۔۔الخ۔[۲۲]

"مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کا یہ کہنا ہے کہ حدیثِ اَبو قتادہ کی وجہ سے کفیل کا مکفول عنہ کو پہچاننا ضروری نہیں ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے ضامن سے پوچھے بغیر کہ تم مکفول عنہ کو پہچانتے ہو یا نہیں برقرار رکھا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ شرط لازمی نہیں ہے۔ اور اس وجہ سے بھی کہ ضمانت کا یہ مطلب ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو اس کے حق کے بارے میں یہ یقین دلائے کہ تمہارا حق ضائع نہیں جائیگا میں اس کا ضامن ہوں تو یہ ایک احسان کی طرح ہے جس میں جان پہچان کوئی ضروری شرط نہیں ہے۔ یہ نذر کی طرح ہو گیا کہ جس میں حق کی ادائیگی واجب ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ کو جاننا ضروری نہیں ہوتا ہے۔"

حنفیہ اور بعض حنابلہ کا مسلک

حنفیہ اور بعض حنابلہ کا یہ مسلک ہے کہ کفیل کا مکفول عنہ کو جاننا ضروری ہے، تاکہ کفیل کو یہ معلوم ہو کہ مکفول عنہ اسکے ساتھ حسنِ سلوک کریگے۔ اور شوافع نے اس میں ایک اور قید کا اضافہ کیا ہے کہ یہ معلوم ہو کہ مکفول عنہ خوشحال ہے کہ جس میں قرض کی ادائیگی کی وسعت ہے یا نہیں اور حنفیہ نے ایک اور قید کا بھی اضافہ کیا ہے وہ یہ کہ کفیل نے مکفول عنہ کی کفالت کی جو ذمہ داری اٹھائی ہے وہ کونسی کفالت ہے۔ اگر کفالت مطلقہ، معلقہ یا مضافہ ہے تو ان میں سے مطلقہ کی صورت میں تو مکفول عنہ کی جہالت کفالت کی صحت پر اثرانداز نہیں ہو گا، جیسا کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو یہ کہے کہ جو کچھ آپ نے لوگوں میں سے کسی کو بیچا یا قرضہ دیا تو میں اس کا ضامن ہوں تو یہ کفالت درست نہیں ہے، لیکن اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں آپ کے اس فلاں مال کا ضامن ہو جو کہ فلاں پر ہے تو یہ کفالت درست ہے تو اس صورت میں کفیل کیلئے مکفول عنہ کی متعین کردہ حق معلوم ہے جو کہ اس پر لازم کردہ دین کی ادائیگی لازمی ہے۔[۲۳]

کفالت میں مکفول عنہ کی عدمِ رضا اور فقہاء کا اتفاق

جمہور فقہاء کا مسلک

اتفق الفقهاءعلى أنه لايشترط لصحةالكفالةرضاالمكفول عنه أوإذنه۔ ۔ ۔الخ۔[۲۴]

"فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کفالت کے درست ہونے کیلئے مکفول عنہ کی رضامندی یا اجازت کا شرط لگانا درست نہیں ہے، بلکہ اس کی رضامندی کے بغیر بھی کفالہ درست ہے۔ دلیل حضرت اُبو قتادہ کی حدیث ہے کہ جس میں انہوں نے میت کے دَین کی ذمہ داری لی تھی اس میں اسکی رضامندی اور اجازت نہیں تھی اور آپؐ نے اس کفالہ کو برقرار رکھا۔ عقلی دلیل یہ ہے کہ کفالہ کا عقد حقِ مطالبہ کو پختہ کرنے کا نام ہے اور یہ التزام اپنے نفس کے حق کے بارے میں تصرف ہے، اس میں طالب کا نفع ہے۔ مطلوب پر اس میں کوئی نقصان نہیں ہے۔ اور دَین کی ادائیگی مکفول عنہ کی اجازت کے بغیر بھی جائز ہے تو اس کا التزام بہتر ہے، جیسا کہ میت کی طرف سے تاوان کی ادائیگی میں فقہاء کا اتفاق ہے یہی حکم یہاں پر بھی ہے۔

مکفول عنہ کا مکفول بہ کی حوالگی پر قدرت اور فقہاء کا اختلاف

حنابلہ اور صاحبین کا مسلک

کفالت کے درست ہونے کیلئے مکفول عنہ پر مکفول بہ کی حوالگی پر قدرت ہونے کی شرط لگانا درست نہیں ہے۔ تاوان بھر کر دینا ہر اس شخص کی طرف سے جس پر کسی کا حق ہو چاہے وہ زندہ ہو، مردہ ہو غنی ہو یا تنگدست ہو درست ہے، چاہے اس نے اس دَین کیلئے کسی کو کفیل بنایا ہو یا نہ بنایا ہو اس کی دلیل وہی مذکورہ بالا حدیث ہے کہ جس میں آپ ﷺ نے میت کی طرف سے دَین کی کفالت کو برقرار رکھا نہ اسکی طرف سے حوالگی تھی اور نہ ہی کوئی کفیل تھا۔[۲۵]

حنفیہ کا مسلک

امام اُبو حنیفہؒ نے یہ فرمایا ہے کہ مکفول عنہ کا بذاتِ خود یا اس کے نائب کا مکفول بہ کی حوالگی پر قدرت ہونا کفالت کے درست ہونے کیلئے شرط ہے۔ امام صاحب کے نزدیک نہ مردہ مدیون کے ترکہ سے اور نہ ہی کفالت بالدین ہونے کی صورت میں اس کے رقم سے ضمان دینا درست ہے، کیونکہ میت اس صورت میں ادا کرنے سے اور مطالبہ کئے جانے کے اہل نہ ہونے کی وجہ سے عاجز ہے۔ اور ضمان کہا جاتا ہے کہ دَین یا مطالبہ کرنے میں ایک کی ذمہ داری کو دوسرے کی ذمہ داری کے ساتھ ملانے کو کہا جاتا ہے اور یہاں پر نہ دَین ہے اور مطالبہ ہے۔ مدیون کے مر جانے کی صورت میں یہ غیر کامال ہو گیا ہے۔[۲۶]

رکنِ پنجم: محل کفالہ، مکفول بہ اور فقہاء کا مسلک

علامہ وہبۃ الزحیلیؒ لکھتے ہیں کہ مکفول بہ کی تین شرائط ہیں:

(اول) مکفول بہ اصیل کے ذمے ہو

احناف کے نزدیک اس شرط کے پیش نظر کہ عین چیز بذاتِ خود قابل ضمانت ہو۔ پھر عین کی دو قسمیں ہیں:

(۱) امانت: جیسے ودائع مالِ شرکت مضاربت، عاریت، اجرت پر لینے والے کے ہاتھ میں مزدور وغیرہ۔

(۲) ضمانت: وہ خود قابل ضمان ہو اب خواہ قرض ہو یا کوئی عین ہو یا کوئی نفس یا کوئی کام ہو جیسے وہ چیز جس کو غصب کر کے لیا

گیا ہو یا بیع فاسد کے ذریعہ اس پر قبضہ کیا گیا ہو یا خریداری کا بھاؤ معلوم کر کے اس پر قبضہ ہو گیا۔ رہی وہ عین جو امانت ہے اگرچہ اسے حوالے کرنے کی ضرورت نہیں جیسے ودائع شرکت کے اموال وغیرہ یا حوالے کرنا ضروری ہو جیسے عاریت اور اجرت پر لینے والے کے پاس مزدور خواہ وہ عین ایسی ہو کہ اس کی ضمانت دوسری چیز کے ذریعہ ہو مثلاً قبضے سے پہلے بیچنا اور رہن رکھنا وغیرہ تو ان دو کے ساتھ کفالت صحیح نہیں اس واسطے کہ وہ عین جو امانت ہے وہ قابل ضمان نہیں اور جس کی ضمانت دوسری چیز کے ذریعہ ہے وہ بذاتِ خود قابلِ ضمان نہیں لہذا جب قبضے سے پہلے بکی ہوئی چیز ضائع ہو گئی تو بیچنے والے کے ذمہ کچھ بھی نہیں، البتہ خریداری کے ذمہ سے قیمت ختم ہو جائے گی اور جب رہن ضائع ہو گی تو مرتہن پہ کچھ واجب نہیں، البتہ اس مقدار کے بقدر راہن سے قرض ختم ہو جائے گا۔ (۲۷)

فعل سے مراد مکفول بہ ہے اور وہ حوالگی کا فعل ہے جیسے بیچی ہوئی چیز اور رہن کو حوالہ کرنا۔ کفالت بالفعل بھی صحیح ہے اس واسطے کہ حوالہ کرنا التزام کرنے والے کے ذمہ ہے، لہذا مبیع کا بیچنے والے کے حوالے کرنا لازم ہے رہن کا قرض کی ادائیگی کے بعد کسی نہ کسی طرح مرتہن کے حوالے کرنا ضروری ہے۔ (۲۸)

(دوم) مکفول بہ پوری طرح کفیل کی دسترس میں ہو

تاکہ عقد مفید ثابت ہو، جمہور کے نزدیک یہ شرط اموال میں ہے۔ اس بناپر حدود و قصاص میں کفالت درست نہیں کیونکہ کفیل سے سپردگی مشکل ہے (عینی سزاؤں میں نیابت نہیں چلتی) اس سے کفالت کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا یہ احناف مالکیہ اور حنابلہ کا مذہب ہے ان کی دلیل نبی ﷺ سے منقول یہ ارشاد ہے: حد میں کفالت نہیں چونکہ کفالت بھروسہ دلانا مضبوط کرنا ہے اور حدود کی بنیاد ہے ہٹانے اور شبہات کی وجہ سے ساقط کرنے پر ہے، لہذا مضبوط اس کے مناسب نہیں اور کفیل کے لیے جب مکفول بہ کو حاضر کرنا مشکل ہو تو اس سے پوری طرح حق کی وصول یابی نہیں ہو گی۔ (۲۹)

خلاصہ یہ ہوا کہ نفس حد یا قصاص کی کفالت جس پہ حد واجب ہے اس کی ذات کی کفالت کے بغیر صحیح نہیں، اس واسطے کہ حد ایک سزا ہے اور سزاؤں میں نیابت جاری نہیں ہوتی، البتہ اگر کوئی شخص اس کی ذات کا کفیل بن جائے جس پر حد واجب ہے تو اس صورت میں کفالت صحیح ہے۔

شافعیہ فرماتے ہیں: کفالت النفس ان حدود میں جو خالص اللہ کے لیے ہیں جیسے شراب نوشی، زنا اور چوری کی حد، ان میں جائز نہیں، کیونکہ جہاں تک ممکن ہو انہیں ہٹانے کی کوشش کرے وہ حدود جو خالص آدمی کے لیے ہیں جیسے قصاص، حد قذف اور تعزیر وغیرہ ان میں جان سپردگی کی کفالت جائز ہے اس واسطے کہ یہ بندے کا حق ہے لہذا کفالت صحیح ہوئی جیسے انسانوں کے باقی حقوق مالیہ صحیح ہوتے ہیں۔ (۳۰)

امام اُبو حنیفہ کے نزدیک: اس شرط پہ یہ مسئلہ متفرع ہوتا ہے کہ ذمہ داری میں کسی ایسی چیز کو فوری منتقل کرنے کی ضمانت کا التزام صحیح ہے جو کسی غیر متعینہ ذریعہ سے ہو جیسے کسی بھی گاڑی یا جانور کے ذریعہ اس واسطے کہ اس وقت مستحق کفیل کی دسترس میں

ہے لیکن کسی بوجھ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کے التزام کی کفالت صحیح نہیں جو کسی خاص گاڑی یا جانور پہ ہو، اس لئے کہ بسا اوقات کفیل باربرداری کے جانور کے ضائع ہونے سے عاجز ہو جاتا ہے، جو نقل وحمل کا مخصوص ذریعہ ہوتا ہے۔[۳۱]

(سوم) دَینِ صحیح لازم ہو

وہ ایسا قرض ہوتا ہے جو صرف ادائیگی یا معاف کرنے سے ساقط ہوتا ہے۔ یہ شرط کفالہ بالمال کے ساتھ خاص ہے اس پر یہ حکم مرتب ہوتا ہے کہ کفالہ'' بدل کتابت'' کے ذریعہ صحیح نہیں اس واسطے کہ وہ دین لازم نہیں یا دین ضعیف ہے کیونکہ مکاتب کو اس کا اختیار ہے کہ وہ کتابت کا معاملہ فسخ کردے لہذا اس میں اعتماد کا کوئی مفہوم نہیں پایا جارہا اسی طرح اس کی کفالت بھی صحیح نہیں جو دین نہیں ہے۔[۳۲]

اقسام کفالہ اور فقہاءِ کرام

صاحبِ احسن الوقایہ لکھتے ہیں: **وھی ضربان بالنفس والمال..الخ**۔ یعنی کفالہ کی دو قسمیں ہیں: کفالہ بالنفس والمال۔

(۱) کفالہ بالنفس

کفالہ بالنفس منعقد ہوتا ہے کہ میں کفیل ہوں اس کے نفس کے وغیرہ ایسے الفاظ جس کے ذریعے بدن سے تعبیر کی جاتی ہے یا نصف یا ثلث سے اور اس کی ضمانت لیتا ہوں وہ مجھ پر ہے یا میری طرف ہے میں اس پر زعیم ہوں یا میں اس کا ذمہ دار ہوں اور لازم ہے اس پر مکفول بہ کا حاضر کرنا اگر مکفول لہ نے اس کا مطالبہ کیا اگر وہ حاضر نہ کرے تو حاکم اس کو قید کرے اور اگر معین کردیا سپرد کرنے کا وقت تو اس پر یہ لازم ہے اور بری ہوگا اسکی موت سے جس کی کفالت لی ہے اگرچہ غلام ہو اور یہ کہا اس وہم کو دفع کرنے کیلئے کہ غلام تو مال ہے جب اس کا حوالہ کرنا متعذر ہو تو اسکی قیمت لازم ہو گی۔[۳۳]

مسئلہ یہ ہے کہ جب کفالہ بالنفس تمام ہو گیا تو اب کفیل پر لازم ہے مکفول بہ کا حاضر کرنا یعنی جس کی کفالت لی ہے جب مکفول لہ نے مطالبہ کیا کہ اس کو حاضر کرو قاضی کے دربار میں تو اب کفیل پر لازم ہے کہ اس کو حاضر کرے اور اگر وہ حاضر نہ کر سکا تو قاضی کفیل کو جیل میں ڈال دے گا کیونکہ یہ اپنی ذمہ داری کو پورا نہیں کررہا ہے۔ یہ اس وقت جبکہ کفیل اس کے سپرد کرنے پر قادر ہو اور پھر بھی سپرد نہیں کرتا لیکن اگر کفیل اس کے سپرد کرنے پر قادر نہ ہو تو فی الحال اسکو جیل میں نہیں ڈالا جائے گا بلکہ اس کو مہلت دی جائے گی تاکہ وہ مکفول بہ کو حاضر کرسکے اور اگر مکفول لہ نے کفیل کے ساتھ یہ شرط لگائی ہو کہ مکفول بہ کو فلاں معین وقت میں حاضر کرنا لازم ہو گا اور کفیل نے یہ قبول کرلیا تو اس پر مقررہ وقت میں سپرد کرنا لازم ہوگا۔[۳۴]

جمہور فقہاء کے نزدیک کفالہ بالنفس کا حکم

علامہ زحیلیؒ لکھتے ہیں: جمہور فقہاء کے ہاں کفالہ بالنفس اگر مال کی وجہ سے ہو تو اس کو جائز قرار دیتے ہیں۔ ان میں مذاہبِ

اربعہ کے ائمہ ہیں ج ن کی دلیل باری تعالی کا یہ ارشاد ہے: فرمایا(یعقوب علیہ السلام نے) جب تک تم مجھے اللہ تعالی کا پکا عہد نہیں دیتے ہیں ہر گز اسے تمہارے ساتھ نہیں بھیجوں گا۔ وہ عہد یہ ہے کہ اگر تمہارا گھیراؤ نہ کیا گیا تو اسے میرے پاس ضرور لاؤ گے۔(سورہ یوسف ۶۶/۱۲)اور نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے: ذمہ دار نقصان برداشت کرے گا۔ جو کفالہ کی دونوں قسموں کو شامل ہے جس چیز کا عقد کی وجہ سے حوالہ کرنا ضروری ہے تو عقدِ کفالت کی وجہ سے بھی سپردگی ضروری ہے، چونکہ کفیل اصیل کو حوالہ کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔ وہ اس طرح کہ جو اسے تلاش کر رہا اسے اس کی جگہ بنادے پھر دونوں کو الگ چھوڑ دیا جائے یا حوالگی کے لئے قاضی کے گماشتوں کی مدد حاصل کرے۔[۳۵]

(۲) کفالہ بالمال

صاحبِ احسن الو قایہ فرماتے ہیں: کفالہ بالمال صحیح ہے۔ مال مکفول بہ کی مقدار معلوم ہو یا مجہول بشرطیکہ دَین دَینِ صحیح ہو اور دَین صحیح اس کو کہتے ہیں کہ جس کا بندوں کی طرف سے کوئی مطالبہ کرنے والا ہو اور مدیون سے وہ ساقط نہ ہو سکتا ہو مگر یہ کہ یا تو مدیون اسی کو ادا کر دے یا دائن مدیون کو بری کر دے۔ کفالہ بالمال ان الفاظ سے منعقد ہوتا ہے کہ میں کفیل ہو گیا اس کا جو تیرا اس پر ہے چاہے مقدار بیان کر دے کہ ایک ہزار ہے مثلاً یا مقدار بیان نہ کرے بلکہ مجہول چھوڑ دے کہ جو تیرا اس پر ہے یا تجھ کو اس بیع میں جو لاحق ہو گا اس کا میں ذمہ دار ہوں۔[۳۶]

جمہور فقہاء کے نزدیک کفالۃ بالمال کا حکم

اس میں دین کا مقدار، صفت اور عین کے اعتبار سے معلوم ہونا ضروری نہیں۔ معلوم سے بھی کفالت صحیح ہو جاتی ہے مثلاً کہے میں اس کی طرف سے ہزار کا ضامن ہوں اور نا معلوم سے مثلاً تمہارا جتنا مال اس کے ذمہ ہے میں اس کا ضامن ہوں یا اس سودی کی جتنی ضمانت بنتی ہے اس کا میں کفیل ہوں اس واسطے کہ کفالت کی بناء وسعت پر ہے اس لیے اس میں جہالت برداشت ہو جاتی ہے۔[۳۷]

عصرِ حاضر میں کفالۃ کی عملی تطبیق اور اس کی رائج صورتیں

علامہ وہبۃ الزحیلی کے نزدیک اس کی تین صورتیں ہیں، جو کہ حسبِ ذیل ہیں:

پہلی صورت: ضمان الدرک جس میں کوئی شخص خریدی ہوئی چیز کی قیمت کی ضمانت مشتری کی طرف سے بائع کے لئے لیتا ہے مثلاً یہ کہے کہ اگر اس نے قیمت ادا نہیں کی تو میں اس کی طرف سے قیمت ادا کرونگا۔

دوسری صورت: ضمان السوق جس ضامن اس چیز کی ضمانت لیتا ہے کہ تاجر کی طرف سے جو بھی قرضہ جات ہونگے ان کی ادائیگی میں کرونگا۔

تیسری صورت: ضمان نقص الصنجۃ أو المکیال أو الذراع یعنی ناپ تول میں کسی بھی طرح کی کمی واقع ہو تو اس کمی کو پورا کرکے دینے کا کوئی شخص ضمانت حاصل کرے۔

یہ تین قسم کے محض ضمانات ہیں۔ عقدِ کفالہ محض تبرع کا عقد ہے جس میں کوئی اجرت نہیں لی جاتی ہے۔[۳۸]

تحریری ضمانت نامہ پر اجرت لینے کا شرعی حکم

مفتی تقی عثمانی لکھتے ہیں: بینک ضمانت دینے سے پہلے کچھ رقم مارجن اپنے ہاں رکھ کر گارنٹی دیتا ہے اور کبھی اسکے بغیر بھی دیدیتا ہے۔ بہر حال شرعاً ضمانت دینے کا اجرت لینا کسی بھی امام کے ہاں جائز نہیں ہے۔[۳۹]

تجارتی انشورنس پر اجرت لینے کا شرعی حکم

تجارتی انشورنس جائز نہیں ہے، کیونکہ اس میں ہر طرح سے ربا اور غرر پایا جاتا ہے، اس لئے یہ کفالہ کے باب میں سے نہیں ہے کیونکہ کفالہ عقد تبرع میں سے ہے اور موجودہ انشورنس عقدِ معاوضہ میں سے ہے۔[۴۰]

تکافل جائز ہے محض ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنے کی بناء پر اور نیک کام پر اجرت نہیں لی جاتی ہے جو کہ بغیر معاوضہ کے ہوتا ہے۔[۴۱]

کفالت پر اجرت لینے کی شرعی حیثیت

مفتی تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں: کفیل کے لئے نفس کفالت پر تو اجرت لینا جائز نہیں، لیکن اگر کفیل کو اس کفالت پر کچھ عمل بھی کرنا پڑتا ہے، مثلاً اس کے بارے میں اس کو لکھنا پڑھنا پڑھنا پڑتا ہے، اور دوسرے دفتری امور بھی انجام دینے پڑتے ہیں یا مثلاً کفالت کے سلسلے میں اس کو مضمون لہ: (جس کے لئے ضمانت لی گئی ہے یا مضمون عنہ: جس کی طرف سے ضمانت لی ہے) سے ذاتی طور یا خط وکتابت کے ذریعہ رابطہ کرنا پڑتا ہے، اس قسم کے دفتری امور کو تبرعاً انجام دینا ضروری نہیں، بلکہ کفیل کیلئے مکفولہ سے یا مکفول عنہ سے ان تمام امور کے انجام دینے پر اجرتِ مثل کا مطالبہ کرنا جائز ہے۔[۴۲]

آج کل جو بینک کسی کی ضمانت لیتے ہیں تو وہ صرف زبانی ضمانت نہیں لیتے، بلکہ اس ضمانت پر بہت سے دفتری امور بھی انجام دیتے ہیں۔ مثلاً خط وکتابت کرنا، کاغذات وصول کرنا، پھر ان کو سپرد کرنا، رقم وصول کرنا، پھر اس کو بھیجنا وغیرہ اور ان کاموں کیلئے اسے ملازمین، عملہ، دفتر، عمارت اور دوسری ضروری اشیاء کی ضرورت پڑتی ہے۔ اب یہ تمام امور جو بینک انجام دے رہا ہے یہ مفت میں انجام دینا اس کے لئے واجب نہیں، چنانچہ ان امور کی انجام دہی کے لئے بینک کا اپنے گاہکوں سے مناسب اجرت لینا جائز ہے، البتہ نفسِ ضمانت پر اجرت لینا جائز نہیں۔ اور پھر بینک بائع اور مشتری کے درمیان واسطہ بھی بنتا ہے، اور بحیثیتِ دلال یا وکیل کے بہت سے امور انجام دیتا ہے اور شرعاً دلالی اور وکالت پر اجرت لینا جائز ہے۔ لہذا ان امور کی ادائیگی میں بھی بینک کے لئے اپنے گاہک سے اجرت کا مطالبہ کرنا جائز ہے۔ چنانچہ اب بینک کے لئے گاہک سے دو قسم کی اجرتوں کا مطالبہ کرنا جائز ہے:

۱۔ **لیٹر آف کریڈٹ:** جاری کرنے پر بینک کو جو دفتری امور انجام دینے پڑتے ہیں ان امور پر اجرت کا مطالبہ کرنا جائز ہے۔

۲۔ **وکالت یا دلالی:** پر اجرت طلب کرنا جائز ہے۔ لیکن یہ اجرتیں ان کاموں کی اجرتِ مثل سے زائد نہ ہو، اس لئے کہ اگر یہ

اجرت مثل سے زائد ہوگی تو پھر یہ تو نفس ضمان پر اجرت وصول کرنے کا ایک حیلہ بن جائے گا۔(۴۳)

لیٹر آف کریڈٹ کی وضاحت اور اسکی عملی تطبیق

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی لکھتے ہیں: بین ملکی تجارت میں درآمد کرنے والا فریق (Importer) برآمد کرنے والے فریق (Exporter) کے حق میں بینک سے ادائیگی کی ضمانت حاصل کرتا ہے، اسی تحریر کو لیٹر آف کریڈٹ Letter of Credit کہتے ہیں۔ بہر کیف لیٹر آف کریڈٹ میں کم از کم تین اور زیادہ سے زیادہ چار فریق ہوتے ہیں:

(الف) درآمد کنندہ (Importer) جو دوسرے ملک سے مال منگواتا ہے۔

(ب) بینک جس نے لیٹر آف کریڈٹ جاری کیا ہے اور ادائیگی کی ذمہ داری قبول کی ہے۔

(ج) مستفید یعنی برآمد کرنے والا فریق (Exporter) جس کے مفاد کے تحفظ کے لئے لیٹر جاری کیا گیا ہے۔

(د) بعض دفعہ بینک براہِ راست برآمد کنندہ سے معاملہ کرنے کے بجائے اس کے بینک کے ذریعہ واجبات کو ادا کرتا ہے اور کاغذی دستاویز کو حاصل کرتا ہے، جس میں اس بینک کا کھاتا موجود ہوتا ہے، اس طرح یہ اس معاملہ کا چوتھا فریق قرار پائے گا۔ اگر لیٹر آف کریڈٹ جاری کرنے والے بینک کی اپنی برانچ برآمد کنندہ کے ملک میں موجود ہو تو اس چوتھے فریق کی ضرورت نہیں پڑتی۔(۴۴)

مختلف حیثیتوں سے لیٹر آف کریڈٹ کی مختلف اقسام اور ان کے فقہی احکامات

(۱) لیٹر آف کریڈٹ میں جس رقم کی ضمانت لی گئی ہے اگر وہ پوری رقم لیٹر جاری کرانے والے شخص یعنی امپورٹر خود بینک کو ادا کرتا ہے تو اس صورت میں بینک کی حیثیت وکیل کی ہے اور اس لئے بینک اجرتِ وکالت وصول کرتا ہے۔

(۲) اگر یہ پوری رقم یا اس کا کچھ حصہ خود بینک ادا کرتا ہے تو یہ سمجھا جائے گا کہ چیز کے جتنے حصہ کی قیمت بینک نے ادا کی ہے، اس کا مالک بینک ہے، بینک اسے درآمد کنندہ کو نفع لے کر فروخت کر سکتا ہے۔ بہ شرطیکہ وہ اپنے حصہ کے لحاظ سے اس شئ کے خطرہ (Ownership Risk) کو قبول کرے کیونکہ جو مالک ہو نقصان اسی کے ذمہ ہوتا ہے، فقہی اعتبار سے یہ صورت "مرابحہ" کی ہوگی۔(۴۵)

(۳) لیٹر آف گارنٹی (Letter of Guarantee) ضمان کے معنیٰ گارنٹی (Guarantee) کے ہیں۔ یعنی کسی حق یا نقصان کے عوض کی ذمہ داری قبول کرنا۔ خطاب الضمان (لیٹر آف گارنٹی) بینک کی طرف سے جاری ہونے والے تحریر عہد نامہ کو کہتے ہیں، جو کلائنٹ (Client) کی خواہش پر وہ لیٹر سے مستفید ہونے والے کے لئے جاری کرتا ہے کہ بینک اس کے طلب کرنے پر مقررہ مدت کے اندر متعینہ رقم ادا کر دے گا۔(۴۶)

فقہی احکام

(۱) لیٹر آف گارنٹی کی حیثیت کفالت کی ہے۔ لہٰذا:

(الف) لیٹر جاری کرنے والا بینک ''کفیل'' ہے۔

(ب) جس کسٹمر کی طرف اس نے ذمہ داری قبول کی ہے وہ ''مکفول'' ہے۔

(ج) جس شخص یا ادارہ کے لئے ذمہ داری قبول کی گئی ہے وہ ''مکفول لہ'' ہے۔

(د) جس رقم کی ذمہ داری لی گئی ہے وہ ''مکفول بہ'' ہے۔

(۲) لیٹر آف گارنٹی کے اجراء کی اجرت حاصل کرنا جائز نہیں؛ اس لئے کہ:

❖ یہ جاری کرنے والے کی طرف سے قرض کے ادائیگی کا وعدہ ہے؛ لہذا '' اجرت'' قرض نفع حاصل کرنا قرار پائے گا اور قرض پر نفع حاصل کرنا ''ربوا'' میں داخل ہے، "کل قرض جر نفعاً فهو ربا۔"

❖ کفالہ شرعاً عقدِ تبرع ہے اور اس کی بنیاد احسان پر ہے۔ یہ ''عقد معاوضہ'' نہیں ہے۔ یہی اس عقد کے بارے میں جمہور فقہاء کا نقطہ نظر ہے۔ دوسری رائے یہ ہے کہ بینک پورے دین کی ذمہ داری لیتا ہے، تو اس میں اس کی حیثیت وکیل کی ہے اور وہ بہ حیثیت وکیل بینک کی طرف سے قرض ادا کرتا ہے اور وکالت کی اجرت لی جاسکتی ہے۔ لہذا اس صورت میں اجرت لینا درست ہوگا، لیکن یہ رائے درست نہیں آتی، اگرچہ کہ اس میں کفیل کے رقم کرنے کی صورت میں بہ ظاہر وکالت کی مشابہت پائی جاتی ہے، لیکن حقیقت یہ ہے ''کفالہ'' ایک مستقل عقد ہے اور اس کا مستقل حکم ہے۔

(۳) لیٹر آف گارنٹی جاری کرنے اور اس کے مطابق کاروائی انجام دینے کے سلسلہ میں سروس چارج (اجرت الخدمت) لینا جائز ہے جو ایسے کاموں کی مروجہ (اجرۃ المثل) سے زیادہ نہ ہو۔[۴۷]

کارڈ کے سلسلے میں کفالت کی عملی صورت

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی لکھتے ہیں: کارڈ میں کفالت کی عملی صورت یہ بنتی ہے کہ کارڈ جاری کرنے والا بینک تاجر کے بینک اور عالمی کارڈ کمپنی کے لئے کارڈ ہولڈر کی جانب سے ادائیگی کا ضامن بنتا ہے۔[۴۸]

حواشی و مراجع

(۱) (شرح الجلہ سلیم رستمباز البانی ص ۳۳۵، دار الاحیاء التراث العربی، بیروت)

(۲) (الکتاب: المبسوط ص: ۱۶۱۔ ج: ۱۹۔ المؤلف: محمد بن احمد بن ابی سہل شمس الائمۃ السرخسی (المتوفی: ۴۸۳ھ.) الناشر: دار المعرفۃ — بیروت)

(۳) (ا۔ حوالہ: المعاملات مالیہ، المعاصرہ صفحہ نمبر ۹۳، دار لفکر دمشق بیروت۔ وایضاً فی شرح المجلہ سلیم رستمباز البانی، دار الاحیاء التراث العربی، بیروتوایضاً فی بدائع الصنائع ص ۶۰۰ ج ۴)

(۴) (الہدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدی۔ ص: ۸۷۔ ج: ۳۔ علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل الفرغانی المرغینانی، ابو الحسن برہان الدین (المتوفی: ۵۹۳ھ۔ الناشر: دار احیاء التراث العربی۔ بیروت — لبنان)

(۵) (احسن الوقایہ۔ ص: ۲۴۵۔ ج: ۱۔ تالیف: ابوزکریا علی محمد۔ مکتبہ صدیقیہ، سوات)

(٦) (شرح المجلہ ص ٣٣٠٣ سلیم رستم الباز البانی دار الاحیاء التراث العربی)

(٧) ایضاً

(٨) [سورۃ یوسف ٧٢]

(٩) (سورۃ اسرا ٩٢)

(١٠) (منہج الإمام إحمد فی إعلال الأحادیث۔ ص: ١٥١۔ ج: ١۔ المؤلف: بشیر علی عمر۔ الناشر: وقف السلام۔ الطبعۃ: الأولی 1425ھ-- 2005م-)

(١١) (الکتاب: المبسوط ص: ١٦١۔ ج: ١٩۔ المؤلف: محمد بن إحمد بن إبی سہل شمس الائمۃ السرخسی (المتوفی: ٤٨٣ھ-) الناشر: دار المعرفۃ- بیروت)

(١٢) (الکتاب: منار القاری شرح مختصر صحیح البخاری۔ المؤلف: حمزۃ محمد قاسم۔ الناشر: مکتبۃ دار البیان، دمشق - الجمہوریۃ العربیۃ السوریۃ، مکتبۃ المؤید، الطائف - المملکۃ العربیۃ السعودیۃ۔ عام النشر: 1410ھ-- 1990م)

(١٣) (الکتاب: المبسوط ص: ١٦١۔ ج: ١٩۔ المؤلف: محمد بن إحمد بن إبی سہل شمس الائمۃ السرخسی (المتوفی: ٤٨٣ھ-) الناشر: دار المعرفۃ— بیروت)

(١٤) (بدائع الصنائع ص ٦٠٠ ج ٤، ن دار الاحیاء التراث العربی، بیروت)

(١٥) (الفقۃ الاسلامی وادلتہ ص ٤١٥٠، ج ٦)

(١٦) (شرح المجلہ سلیم رستمباز البانی ص ٣٣٨، ٣٣٩۔ دار الاحیاء التراث العربی)

(١٧) (الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ۔ ص: ٢٩٨۔۔ ٢٩٩۔۔۔ ٣٠٠۔ ج: ٣٤۔ صادر عن: وزارۃ الأوقاف والشئون الإسلامیۃ— الکویت۔)

(١٨) ایضاً۔ (١٩) ایضاً۔ (٢١) ایضاً۔ (٢٢) ایضاً۔

(٢٣) (الہدایہ ص ٧٤٢، ج ٥) (بدائع الصنائع ص ٦١١، ج ٤، دار الاحیاء التراث العربی)

(٢٤) (الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ۔ (٣٠٠۔۔۔ ٣٠١۔ ج: ٣٤۔ صادر عن: وزارۃ الأوقاف والشئون الإسلامیۃ— الکویت۔)

(٢٥) ایضاً۔ (٢٦) ایضاً۔

(٢٧) ج: ٦ الفقہ الاسلامی وادلتہ اردو۔ ص: ٤٦٤۔ ٤٦٥۔ ٤٦٦۔ ٤٦٧۔ ڈاکٹر وہبۃ الزحیلی۔ مترجم: مولانا یوسف تنولی۔ ناشر: دار الاشاعت کراچی)

(٢٨) ایضاً۔ (٢٩) ایضاً۔ (٣٠) ایضاً۔

(٣١) ایضاً۔ وایضاً فی شرح المجلہ سلیم رستمباز البانی، ص ٣٤٥، دار الاحیاء التراث العربی، بیروت)

(٣٢) (الفقہ الاسلامی وادلتہ اردو۔ ص: ٤٦٧۔ ج: ٦۔ ڈاکٹر وہبۃ الزحیلی۔ مترجم: مولانا یوسف تنولی۔ ناشر: دار الاشاعت کراچی وایضاً فی شرح المجلہ سلیم رستمباز البانی، ص ٣٤٤، دار الاحیاء التراث العربی، بیروت۔ وایضاً فی بدائع الصنائع ص ٦٠٧، ج ٤، ن دار الاحیاء التراث العربی، بیروت)

(٣٣) (احسن الوقایہ۔ ص: ٢٤٦۔ ج: ١۔ تالیف: ابو زکریا علی محمد۔ مکتبہ صدیقیہ، سوات)

(٣٤) (احسن الوقایہ۔ ص: ٢٤٦۔۔۔ ٢٤٧۔ ج: ١۔ تالیف: ابو زکریا علی محمد۔ مکتبہ صدیقیہ، سوات)

(٣٥) (الفقہ الاسلامی وادلتہ اردو۔ بابِ کفالۃ۔ ص: ٤٦٥۔ ج: ٦۔ ڈاکٹر وہبۃ الزحیلی۔ مترجم: مولانا یوسف تنولی۔ ناشر: دار الاشاعت کراچی)

(٣٦) (احسن الوقایہ۔ ص: ٢٥٨۔۔ ٢٥٩۔ ج: ١۔ تالیف: ابو زکریا علی محمد۔ مکتبہ صدیقیہ، سوات)

(٣٧) (ص: ٤٦٧۔ ج: ٦۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ اردو)

(٣٨) ایضاً۔

(٣٩) (ص: ١١١٩۔ ج: ٢۔ الفقہ البیوع)

.(٤٠)۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ عربی۔ ج: ٦۔ ناشر: دار الفکر۔ سوریہ۔ دمشق)

(۴۱)۔الفقہ الاسلامی وادلتہ عربی۔ج:۶۔ناشر: دارالفکر۔سوریہ۔دمشق)
(۴۲) (اسلام اور جدید معاشی مسائل۔ص:۲۷۰-۲۷۱۔ج:۵۔اسلامی بینکاری اور دور حاضر)
(۴۳)ایضاً۔
(۴۴) (جدید مالیاتی ادارے۔ص:۳۵-۴۴-۴۵-۴۶۔مولانا خالد سیف اللہ رحمانی۔ناشر: کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، سہارنپور، یوپی)
(۴۵)ایضاً۔ (۴۶)ایضاً۔ (۴۷)ایضاً۔ (۴۸)ایضاً۔